11۔ لاہور کا جغرافیہ

احمد شاہ پطرس بخاری (1898ء۔ 1958ء)

تعارف: احمد شاہ بخاری یکم اکتوبر ۱۸۹۸ء کو پشاور میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد اسد اللہ شاہ پشاور کے ایک وکیل کے منشی تھے۔ ابتدائی تعلیم گورنمنٹ ہائی سکول پشاور میں حاصل کی۔ ایف۔ اے گورنمنٹ کالج پشاور سے جب کہ بی۔ اے اور ایم اے (انگریزی) گورنمنٹ کالج لاہور سے کیا۔ زمانہ طالب علمی میں گورنمنٹ کالج لاہور کے مجلّے ''راوی'' کے ایڈیٹر رہے۔ ان کے مضامین انگریزی اخبار ''سول اینڈ ملٹری گزٹ'' میں چھپتے رہے۔ ۱۹۳۵ء میں اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان چلے گئے اور انگریزی ادب میں آنرز کی ڈگری لی۔

وطن واپس آکر پہلے سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور اور بعد میں گورنمنٹ کالج لاہور میں انگریزی ادب کے پروفیسر رہے۔ ۱۹۳۷ء میں آل انڈیا ریڈیو کے محکمہ نشر و اشاعت میں چلے گئے۔ ۱۹۴۰ء میں ریڈیو کے کنٹرولر اور بعد میں ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں امریکہ چلے گئے۔ ۱۹۵۵ء میں اقوام متحدہ کے شعبہ اطلاعات میں ڈپٹی سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔ ۵ دسمبر ۱۹۵۸ء کو حرکت قلب بند ہونے سے نیویارک میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔

تصانیف۔ ان کا ادبی سرمایہ بہت کم ہے، وہ فطرتاً مزاح نگار تھے، ان کا کل سرمایہ گیارہ مضامین ہیں جو ''مضامین پطرس'' کے عنوان سے مجموعہ ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی:

صفحہ 51۔ جغرافیہ (وہ علم جو سطح زمین، اس کی آبادی، نباتات، حیوانات کے حالات بتائے) تمہید (کسی بات کا آغاز، ابتدا) دلائل (دلیل کی جمع ثبوت) براہین (برہان کی جمع، دلائل، ثبوت) کرہ (گول چیز مراد ہے گلوب، ایک گول گیند جس پر زمین کا نقشہ ثبت ہوتا ہے) انقطاع (کٹ جانا، کاٹ دینا، منقطع کرنا، منقسم کرنا) مقام انقطاع (وہ جگہ جہاں دونوں خط ایک دوسرے کو قطع کرتے ہیں) مرقوم (رقم کیا ہوا، لکھا ہوا، تحریر کیا ہوا) محل وقوع (واقع ہونے کی جگہ) جامع (مختصر، جمعیت سے حاصل ہے) فاتر (کمزور خراب، فتور والا، غلط، غیر موزوں) ذہانت فاتر (عقل میں خرابی) رفع کرنا (دور کرنا، ختم کرنا) پنج آب (پنج: پانچ، آب: پانی، مراد ہے پانچ دریا) اصطلاح (کسی لفظ کا حقیقی معنی کی بجائے کسی خاص معنی میں استعمال) راوی ضعیف (بوڑھا راوی، نیم بہتا ہوا راوی) شغل (کام، مشغلہ، پسندیدہ کام) وسطی ایشیا (ایران، افغانستان، قازقستان، ترکمانستان، ازبکستان، آذربائیجان، کرغیزستان تاجکستان اور آرمینیا وغیرہ) یوپی (اتر پردیش) وارد ہونا (آمد ہونا، آنا، نمودار ہونا، ظاہر ہونا) اول الذکر (جن کا ذکر پہلے کیا گیا ہے) اہل سیف (تلوار والے، تلوار چلانے کے ماہر) غزنوی (محمود غزنوی کا لقب، یہ لفظ غزنی شہر کی اقامت کی وجہ سے ساتھ منسلک ہے) غوری (سلطان محمود غوری کا لقب، یہ لفظ غور شہر کی اقامت کی وجہ سے ساتھ منسلک ہے) مؤخر الذکر (جن کا ذکر بعد میں کیا گیا ہے) اہل زبان (کسی زبان کے ماہر لوگ جن کی مادری زبان ہو اور اس پر اُن کو مکمل عبور حاصل ہو) تخلص (قلمی نام جو شاعر اور ادیب اپنے لیے منتخب کرتے ہیں) ید طولیٰ رکھنا (مہارت رکھنا، ماہر ہونا، کامل دست گاہ رکھنا) حدود: حدیں، چاروں حدیں، چاروں سمتیں) میونسپلٹی (بلدیہ، کمیٹی جو شہر میں فلاح و بہبود کے امور انجام دیتی ہے) منسوخ کرنا (مٹا دینا، ختم کر دینا، تنسیخ کرنا) واقع تر ہونا (زیادہ ظاہر ہونا مراد ہے بہت زیادہ پھیلنا) دارالخلافہ (دارالحکومت، وہ شہر جہاں سربراہ سلطنت مقیم ہو) ورم (سوجن، سوزش، جلدی بیماریاں) مواد فاسد (گندہ سامان، پیپ وغیرہ) توسیع (بڑھانا، پھیلاؤ، وسعت) عارضہ (بیماری) لاحق ہونا (چمٹ جانا، منسلک ہونا) روایات (روایت کی جمع کہانیاں)

صفحہ 52۔ بحث و تمحیص (بحث و تکرار) ہوم رول (اپنی حکومت، لوگوں کا حکومت کرنے کا حق) غور و خوض (سوچ بچار) کمیٹی

(منتخب یا مخصوص لوگوں کا گروہ) قلت (کمی، عدم دستیابی) مفاد عامہ (عوام کی بھلائی، عوام الناس کا نفع) بے جا (غیر ضروری، ناحق) مرکبات (مرکب کی جمع، مختلف چیزوں کو ملا کر بنائی ہوئی کوئی چیز) بہم رسانی آب (پانی مہیا کرنا، پانی کی ترسیل) نظام سقہ (ایک مشہور سقہ جس نے شہنشاہ ہمایوں کو ڈوبنے سے بچایا تھا جب وہ شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر دریا کے راستے فرار ہو رہا تھا) مسودات (ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر جس میں اصلاح کی گنجائش ہو) تلف ہونا (ضائع ہونا، ختم ہونا، غائب ہونا، گم ہو جانا) دقت (مشکل، پریشانی، مصیبت) تحقیق (چھان بین، جانچ پڑتال) تدقیق (غور و فکر، سوچ بچار کرنا) حتی الوسع (جہاں تک ہو سکے جہاں تک ممکن ہو) رائے دہندگی (رائے دیتے وقت، ووٹ دیتے وقت، اظہار رائے) رائے دہندہ (اظہار رائے کرنے والا ووٹ دینے والا، رائے دینے والا) ہائیڈروجن اور آکسیجن (H_2 اور O_2: دو گیسیں جو مخالف چارج کی وجہ سے پانی بناتی ہیں) دل شکنی ہونا (دل ٹوٹنا، غم کھانا، پریشان ہونا) ذرائع آمد و رفت (آنے جانے کے ذریعے، سفر کے ذریعے، ترسیل کے ذرائع) سیاح (سیر و تفریح کے لیے دور دراز کے علاقوں میں جانے والا) کماحقہ (جیسے کرنے کا حق ہے، پوری طرح) اثر پذیر ہونا (اثر قبول کرنا) شیر شاہ سوری (پٹھانوں کے مشہور قبیلے ''سور'' کا بادشاہ جس نے ہمایوں کو شکست دے کر پانچ برس حکومت کی اور بے پناہ فلاحی کام کروائے، اصل نام فرید الدین تھا) آثار قدیمہ (پرانی تہذیب کے آثار) ردو بدل (تبدیلی) گوارا کرنا (برداشت کرنا) خندق (کھائی، گڑھا، طویل گڑھے جو جنگوں میں جنگی افادیت کے حامل ہوتے تھے) تختہ اُلٹ دینا (تخت بدل دینا، مراد ہے حکومت تبدیل کرنا) عظمت رفتہ (گزری ہوئی شان و شوکت) عبرت سکھانا (نصیحت دینا، سبق سکھانا)

صفحہ 53۔ ہک (یو (U) شکل کی کیل، خمدار کیل، آڑی لکڑی) موم جامہ (موم کا لباس، مومی کپڑا جس پر پانی اثر نہیں کرتا) منڈھ لینا (چڑھا لینا، اوڑھ لینا) بناسپتی گھوڑے (مصنوعی یا نقلی گھوڑے مراد ہے کمزور گھوڑے جو اصل گھوڑوں کی نقل معلوم ہوتے ہیں) دم دار ستارہ (وہ تارا جس کے ساتھ روشنی کی لکیر دکھائی دیتی ہے) ساخت (بناوٹ) ضبط نفس (اپنی خواہشات پر قابو پانا) سنجیدہ (متین، خاموش طبع) اعتدال (میانہ روی، درمیانہ پن، معتدل) ہچکولا (جھٹکا) نقش (نشان) ثبت کرنا (لگانا، گاڑنا، نشان چھوڑنا) مسام (جسم کے باریک باریک سوراخ جن سے پسینہ خارج ہوتا ہے) قابل دید (دیکھنے کے قابل، خوب صورت) دوہری (دو تہوں والی) دبازت (موٹائی، بھاری پن) مبہم (غیر واضح، دھندلا) غیر معروف (کم مشہور) مژدہ (خوش خبری، نوید) سخن فہم (بات یا کلام سمجھنے والا) ڈائریکٹری (حوالے کی کتاب جس میں لوگوں کے نام، پتے اور فون نمبر وغیرہ درج ہوتے ہیں) چسپاں (چپکا ہوا، جڑا ہوا، منسلک) چشم زدن میں (پلک جھپکنے میں، بہت جلدی) ساکن (غیر متحرک، جامد) لیپ دینا (چپکا دینا، جوڑ دینا، منسلک کرنا) دستور (طریقہ، طور، انداز) رائج (رواج ہونا، مروج ہونا، عام ہونا) پختہ سیاہی (پکی روشنائی، مراد واٹر پینٹ یا آئل پینٹ) رفع ہونا (دور ہونا، ختم ہونا) دائمی (ہمیشہ رہنے والا، ہمیشگی) خدشہ (ڈر، خوف) اہالیان (اہل کی جمع، رہنے والے) وثوق سے (یقین سے) بحرف جلی (موٹے حروف سے، واضح الفاظ میں) مجرب نسخہ (مؤثر / آزمودہ نسخہ) صنعت (ہنر، کاریگری، کسی چیز کے تخلیق ہونے کی جگہ) حرفت (پیشے، پیشہ) رسالہ سازی (رسالے نکالنا) انجمن سازی (کوئی تنظیم بنانا)

صفحہ 54۔ پریذیڈنٹ (صدر) بسا اوقات (اکثر اوقات، بعض اوقات) افتتاح کرنا (آغاز کرنا) مطمح نظر (اصلی مقصد، نقطہ نظر، منزل) سامعین (سننے والے) کثرت (زیادہ، بہتات) دساور (پردیس، ولایت، بیرونی ممالک) جمالی (جمال والے خوبصورت) نمائش (دکھاوا، مظاہرہ، اظہار) جلالی (جلال والے، شان و شوکت والے، دبدبے والے) شجرہ (سلسلہ نسب، آباو اجداد) جلال الدین اکبر (تیسرا مغل حکمران، مشہور مغل بادشاہ) مصاحب (احباب، صحبت میں بیٹھنے والے، ساتھیوں، دوست) جود و سخا (دریا دلی، سخاوت) خم لنڈھانا (دولت لٹانا، بے ضرورت صرف کرنا، اسراف) راس نہ آنا (موافق نہ آنا، پسند نہ آنا) فرو کش (قیام، واقع ہونا) خیالی طلباء (غور و فکر کرنے والے طلبہ) روپ (حسن، شکل و صورت) آواگون (عقیدہ تناسخ، ہندوؤں کا

بار بار جنم لینے کا نظریہ) جمہوریت (عوام پر عوام کی حکومت، عوامی منتخب نمائندوں کی حکومت) با آواز بلند (بلند آواز سے) آفرینش (کائنات کی ابتداء) ارتقائے انسانی (انسان کا درجہ بدرجہ ترقی کرنا) ڈنٹر پیلنا (ایک ورزش کرنا، ڈنڈ نکالنا) بے سرے (بھدی آواز والے) آلائش (گندگی، آلودگی) معصومیت (پاکیزگی، بے گناہی) ملوث ہونا (آلودہ ہونا، شامل ہونا، حصہ دار ہونا) نصاب (محکمہ تعلیم کی طرف سے نافذ کردہ لازمی کتب) درس (سبق، تعلیم) ہنگاموں (جھگڑوں، شور غل، تہلکہ) طبعی حالات (قدرتی حالات) خوش طبع (ہنس مکھ، خوشگوار طبیعت والے)

سبق کا خلاصہ

(لاہور بورڈ 2006,09,10، ملتان بورڈ، بہاول پور 2008,12، ڈیرہ غازی خاں 2007,08، گوجرانوالہ 12ء)

لاہور کی دریافت کو ایک مدت گزر چکی ہے۔ اس کا وجود کسی دلیل کا محتاج نہیں اور نہ ہی کرے کو دائیں یا بائیں گھما کر اس کا نام ڈھونڈنے کی ضرورت ہے۔ صرف یہی بات کافی ہے کہ لاہور، لاہور ہی ہے۔ جو اس پتے پر لاہور کو تلاش نہ کر سکے اس کی تعلیم ناقص ہے۔ لاہور پنجاب میں واقع ہے، لیکن پنجاب اب ''پنج آب'' نہیں رہا کیوں کہ اس میں صرف ساڑھے چار دریا بہتے ہیں کیوں کہ ''راوی ضعیف'' بہنے کے قابل نہیں ہے۔ اس لیے یہ دریا شہر کے قریب دو پلوں کے نیچے لیٹا رہتا ہے۔ بہنے کا مشغلہ عرصہ دراز سے بند ہے۔ لاہور میں آمد کے دو راستے ہیں ایک پشاور جہاں سے غزنوی اور غوری حملہ آور ہوتے ہیں اور دوسرا دہلی جہاں سے ''اہل زبان'' حملہ آور ہوتے ہیں۔ کسی زمانے میں لاہور کا حدود اربعہ بھی ہوتا تھا لیکن کمیٹی نے طلبا کی سہولت کے لیے منسوخ کر دیا ہے۔ اب لاہور کے چاروں طرف لاہور ہی واقع ہے۔ عنقریب لاہور صوبہ کا نام ہوگا جس کا دارالخلافہ پنجاب ہوگا۔

لاہور کی آب و ہوا کے متعلق غلط روایات مشہور ہیں۔ اہل لاہور نے حالیہ درخواست میں آب و ہوا کی درخواست کی ہے، جسے کمیٹی نے منظور تو کر لیا ہے مگر کمیٹی کے پاس ہوا کی قلت ہے۔ اس لیے عوام کو ہوا کے کم سے کم استعمال کی تلقین کی گئی ہے۔ چناں چہ گرد اور دھواں بھی ہوا کے متبادل کے طور پر زیر استعمال ہیں۔ پانی کی فراہمی کے لیے نظام سقے کی تجویز بلدیہ کے زیر غور ہے۔ عارضی طور پر یہ انتظام کیا گیا ہے کہ بارش کے پانی کو شہر سے باہر نہ نکلنے دیا جائے۔ میونسپلٹی نے جگہ جگہ نل لگوا دیئے ہیں، جن سے پانی کے قطرے روزانہ ٹپکتے ہیں۔ اس پر شہر کے لوگ بہت خوش ہیں۔

جو سیاح بھی لاہور تشریف لائیں وہ لاہور کے بازاروں میں سے بل کھاتی ہوئی تاریخی سڑک جو کہ شیر شاہ سوری نے بنوائی تھی کا نظارہ ضرور کریں۔ وہ قدیم تاریخی گڑھے اور خندقیں جنھوں نے کئی سلطنتوں کے تختے الٹے تھے، اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں۔ آج بھی یہاں کئی لوگوں کے تختے الٹے جاتے ہیں۔ بعض لوگ تختوں تلے دو پہیے اور سامنے ایک لگا کر گھوڑا ٹانک دیتے ہیں اور اصطلاح میں اسے تانگا کہتے ہیں۔ آج کل عام طور پر تانگوں میں بنا پتی گھوڑے استعمال ہوتے ہیں۔ ان گھوڑوں کی صورت دم دار ستارے سے مشابہہ ہوتی ہے کیوں کہ ان کی بناوٹ میں دم نمایاں اور گھوڑا کم ہوتا ہے۔

لاہور میں قابل دید مقامات بہت کم ہیں کیوں کہ یہاں ہر عمارت کی پہلی دیوار اینٹوں سے اور دوسری اشتہاروں سے تعمیر ہوتی ہے۔ اشتہاروں کا پلستر روز بروز گہرا اور زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ تمام سائز کے اشتہار لگائے جاتے ہیں۔ مثلاً ''اہل لاہور کو مژدہ ..... گریجوایٹ درزی ہاؤس'' یا ''سٹوڈنٹس کے لیے نادر موقع'' اور ''کہتی ہے ہم سے خلق خدا

غائبانہ کیا''، حتیٰ کہ پوری دیوار ڈائریکٹری کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ کہیں جلسہ کی اطلاع تو کہیں فلم یا فلمی ایکٹر کی تشہیر کی جاتی ہے۔ یہ اشتہار تیزی سے بدلتے ہیں کہ اہلِ شہر کو عمارتوں کی شناخت میں دقت ہوتی ہے۔ لیکن پختہ سیاہی کے اشتہاروں نے یہ دقت ختم کر دی ہے۔ چناں چہ اب ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں ''محمد علی دندان ساز'' جہاں تحریر ہے وہ اخبارِ ''انقلاب'' کا دفتر ہے اور ''خالص گھی کی مٹھائی'' والا مکان امتیاز علی تاج کا ہے۔

لاہور کی صنعت ''رسالہ سازی'' اور حرفت انجمن سازی ہے۔ رسالوں کے عام نمبر پر ایڈیٹر کی تصویر اور چند مضامین ہوتے ہیں اور خاص نمبر پر فلمی اداکاروں کی تصاویر ہوتی ہیں، جس سے فروغِ ادب ہو رہا ہے۔ انجمنیں بے شمار ہیں۔ مگر صدر بہت تھوڑے ہیں جو ایک ہی تقریر سے مختلف تقاریب میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں تاکہ سامعین کو دشواری نہ ہو۔

لاہور کی مشہور پیداوار یہاں کے طلبا ہیں۔ طلبا کی مختلف اقسام ہیں مثلاً جمالی طلبا، جلالی طلبا، خیالی طلبا اور خالی طلبا وغیرہ۔ لاہور کے باشندے بھی بہت خوش طبع ہیں۔

مشقی سوالات

1 میونسپلٹی نے ہوا کی قلت دُور کرنے کے لیے کیا اقدامات کیے ہیں؟

جواب اہل لاہور کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ کفایت شعاری سے کام لیں اور عام ضروریات کے لیے ہوا کی بجائے گرد اور خاص حالات میں دھواں استعمال کریں۔

2 لاہور میں بہم رسانی آب کے منصوبے کی تکمیل میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے؟

جواب نظام سقے کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے اہم مسودات بعض تو تلف ہو چکے ہیں اور بعض کے پڑھنے میں بہت دقت پیش آ رہی ہے۔

3 میونسپلٹی نے جابجا نل لگا کر اہلِ لاہور کو کیا ہدایت کی ہے؟

جواب کمیٹی والوں نے جو نل لگوائے ہیں اُن میں فی الحال گیسیں بھری ہیں البتہ اہلِ شہر کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے اپنے گھڑے نلوں کے نیچے رکھ چھوڑیں تاکہ عین وقت پر تاخیر کی وجہ سے کسی کی دل شکنی نہ ہو۔

4 لاہور کے بازاروں میں سے گزرنے والی سڑک کس نے بنوائی تھی؟

جواب شیر شاہ سوری نے بنوائی تھی۔

5 تانگے کی ساخت مصنف کے الفاظ میں بیان کریں۔

جواب بعض لوگ زیادہ عبرت پکڑنے کے لیے ان تختوں کے نیچے دو پہیے لگا لیتے ہیں اور سامنے دو بُنگ لگا کر ان میں ایک گھوڑا ٹانگ دیتے ہیں۔ اصطلاح میں اس کو تانگہ کہتے ہیں۔

6 لاہور کی ہر عمارت کی بیرونی دیواریں دوہری بنائی جاتی ہیں۔ وضاحت کیجیے۔

جواب پہلے اینٹوں اور چونے سے دیوار کھڑی کرتے ہیں اور پھر اس پر اشتہاروں کا پلستر کر دیا جاتا ہے۔ جو دبازت میں رفتہ رفتہ بڑھتا جاتا ہے۔

7 پختہ سیاہی کے اشتہارات کا فوری فائدہ کیا ہوا؟

جواب پختہ سیاہی کا فوری فائدہ یہ ہوا ہے کہ اب لوگوں کو اپنا یا اپنے دوست کا مکان پہچاننے میں دشواری نہیں ہوتی۔

8 لاہور کی مشہور ترین پیداوار کیا ہے؟

جواب لاہور کی مشہور ترین پیداوار یہاں کے طلبہ ہیں جو کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

9 طلبہ کی کتنی قسمیں ہوتی ہیں؟ صرف نام لکھیں۔

جواب جمالی طلبہ، جلالی طلبہ، خیالی طلبہ، خالی طلبہ وغیرہ۔

10 طبعی حالات کے عنوان کے تحت اہلِ لاہور کی کس صفت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے؟

جواب خوش طبعی اور زندہ دلی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

سوال 2 سبق کی مدد سے موزوں الفاظ کا انتخاب کر کے خالی جگہ پر کیجیے۔

(i) لاہور تک پہنچنے کے لیے دو راستے مشہور ہیں۔ (کئی۔ دو۔ تین)

(ii) پنجاب اب ساڑھے چار دریاؤں کی زمین ہے۔ (ساڑھے چار۔ پانچ۔ سات)

(iii) نصف دریا کو اصطلاح میں راوی ضعیف کہتے ہیں۔ (نہر۔ راوی۔ راوی ضعیف)

(iv) لاہور میں بہم رسانی آب کے لیے ابتدائی منصوبہ نظام سقہ نے بنایا تھا۔

(شیر شاہ سوری۔ نظام سقہ۔ انگریزوں)

اہم عبارات کی تشریح

عبارت نمبر 1

(بہاول پور بورڈ 2012ء)

تمہید کے طور پر صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ لاہور کو دریافت ہوئے اب بہت عرصہ گزر چکا ہے، اس لیے دلائل و براہین سے اس کے وجود کو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ کہنے کی بھی اب ضرورت نہیں کہ کرے کو دائیں سے بائیں گھمایے، حتیٰ کہ ہمارا ملک آپ کے سامنے آ کر ٹھہر جائے، پھر فلاں طول البلد اور فلاں عرض البلد کے مقامِ انقطاع پر لاہور کا نام تلاش کیجیے، جہاں یہ نام کرے پر مرقوم ہو، وہی لاہور کا محلِ وقوع ہے۔ اس ساری تحقیقات کو مختصر مگر جامع الفاظ میں بزرگ یوں بیان کرتے ہیں کہ لاہور، لاہور ہی ہے۔ اگر اس پتے سے آپ کو لاہور نہیں مل سکتا تو آپ کی تعلیم ناقص اور آپ کی ذہانت فاتر ہے۔

نوٹ: (جو طلبا ہر عبارت کا الگ سے سیاق و سباق نہیں لکھ سکتے، وہ سبق ہذا میں سے دی گئی کسی بھی عبارت کی تشریح سے قبل یہ سیاق و سباق تحریر کر سکتے ہیں)

تشریح طلب اقتباس اُردو کی درسی کتاب کے سبق سے لیا گیا ہے جو مصنف کی مشہور زمانہ کتاب ''پطرس کے مضامین'' سے منتخب کیا گیا ہے۔ جس میں مصنف اپنے منفرد اور مزاح سے بھرپور انداز میں لاہور کا جغرافیہ پیش کرتے ہیں کہ پنجاب میں اب ساڑھے چار دریا بہتے ہیں۔ دس بیس سال کے اندر لاہور ایک صُوبے کا نام ہوگا۔ جس کے دارالحکومت کا نام پنجاب ہوگا۔ بہم رسانی آب کے لیے میونسپل کمیٹی کی طرف سے نل لگوا دیے گئے ہیں۔ لاہور کی دیواروں پر اشتہاروں کا پلستر ہوتا ہے۔ لاہور کی مشہور صنعت رسالہ سازی، بڑی حرفت انجمن سازی اور مشہور پیداوار یہاں کے طلبا ہیں۔

تشریح طلب اقتباس سبق کے .... سے لیا گیا ہے۔ (آغاز۔ درمیان۔ اختتام)

سیاق و سباق:

زیرِ تشریح عبارت سبق کی پہلی عبارت ہے اس لیے اس کا سیاق نہیں ہے۔

زیرِ تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ لاہور پنجاب میں واقع ہے۔ لیکن پنجاب اب پنج آب نہیں رہا کیوں کہ اس کا ایک دریا اب آدھا بہتا ہے۔ لاہور کے چاروں طرف لاہور ہے۔ لاہور کی آب و ہوا کے لحاظ سے جتنی بھی باتیں مشہور ہیں وہ سب غلط ہیں اور اب پانی کے نظام کے لیے بھی لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ بارش کے پانی سے گزارا کریں۔ لاہور کی سڑکیں بھی اسی وقت کی بنی ہوئی ہیں جب شیر شاہ سوری نے بنوائی تھیں۔ ان میں اب بہت گڑھے

کوئی آثار نہیں ہیں۔ لاہور میں عمارتوں کی دیواروں کو اشتہارات کی مدد سے دوہرا کیا جاتا ہے۔ لاہور کی سب سے اہم پیداوار طلبہ ہیں۔

تشریح:

زیر تشریح عبارت میں مصنف بتاتے ہیں کہ لاہور پاکستان کا مرکزی اور مشہور و معروف شہر ہے۔ اس کو وجود میں آئے بہت عرصہ بیت چکا ہے۔ یہ کوئی نیا شہر نہیں ہے کہ جسے متعارف کرانے کی ضرورت ہو یا اس کے وجود کو ثابت کرنے کے لیے دلائل دیے جائیں۔ بلکہ لاہور کو دریافت ہوئے عرصہ دراز ہو چکا ہے اس لیے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں ہے۔ بقول فلاسفر:

"جو چیز خود مشہور ہو وہ تعارف کی محتاج نہیں ہوتی"۔

حقیقت یہ ہے کہ لاہور خود اپنے وجود کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ یہ اتنا قدیم شہر ہے کہ پوری دنیا کی تاریخ اس کی ابتدا کے بارے میں بتانے سے قاصر ہے۔ تمام ممالک کے لوگ لاہور سے واقف ہیں۔ اسی لیے مصنف بتاتے ہیں کہ اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ ہم گلوب کو گھما کر دیکھیں۔ مشرق سے مغرب تک کا حساب لگائیں اور طول بلد اور عرض بلد کے خط کھینچیں۔ جہاں پر دونوں خط ایک دوسرے کو قطع کریں، وہاں سے پھر لاہور کا فاصلہ معلوم کریں۔ جیسا کہ نصف النہار سے معلوم کیا جاتا ہے۔ اب ان دلائل کی ہرگز ضرورت نہیں رہی بلکہ عقل مند اور دانا لوگ لاہور کی تعریف یا لاہور کا ثبوت چند الفاظ میں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ بس لاہور، لاہور ہی ہے۔

زیر تشریح عبارت میں مصنف نے بڑے خوب صورت انداز میں لاہور کی تمہید بیان کی ہے اور اس حقیقت کو بڑے منفرد انداز میں پیش کیا ہے کہ واقعی لاہور اپنی مثال آپ ہے۔ اس کا پتا یہی ہے کہ لاہور، لاہور ہی ہے۔ اگر اس پتے سے بھی آپ کو لاہور نہیں ملتا۔ یعنی آپ لاہور کو تلاش نہیں کر پائے تو پھر اس میں آپ کا قصور ہے اور اس سے آپ کی کم عقلی کا ثبوت ملتا ہے۔ پھر آپ اپنی عقل کا علاج کرائیں کیوں کہ یہ آپ کی تعلیم اور ذہانت میں بگاڑ اور کمی کو ظاہر کرتا ہے۔ چناں چہ برنارڈ شاہ کے بقول:

"چاند کے بغیر رات بے کار ہے اور علم کے بغیر ذہن"

اور بیکن نے کہا تھا کہ:

"تعلیم سے انسان بیدار ہوتا ہے"

عبارت نمبر 2:

ایک دو غلط فہمیاں البتہ ضرور رفع کرنا چاہتا ہوں۔ لاہور پنجاب میں واقع ہے لیکن پنجاب اب پنج آب نہیں رہا۔ اس پانچ دریاؤں کی سرزمین میں اب صرف ساڑھے چار دریا بہتے ہیں اور جو نصف دریا ہے وہ تو اب بہنے کے قابل ہی نہیں رہا۔ اس کو اصطلاح میں راوی ضعیف کہتے ہیں۔ ملنے کا پتا یہ ہے کہ شہر کے قریب دو پل بنے ہوئے ہیں۔ ان کے نیچے ریت میں یہ دریا لیٹا رہتا ہے، بہنے کا شغل عرصے سے بند ہے۔ اس لیے یہ بتانا بھی مشکل ہے کہ شہر دریا کے دائیں کنارے پر واقع ہے یا بائیں کنارے پر۔

سیاق و سباق:

زیر تشریح اقتباس سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ لاہور کو معرض وجود میں آئے بہت عرصہ بیت چکا ہے۔ اس لیے اس کے وجود کو ثابت کرنے کے لیے دلائل کی ضرورت نہیں ہے اور بزرگوں کا تو کہنا ہے کہ لاہور لاہور ہی ہے

زیر تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ لاہور روز بروز تیزی سے پھیل رہا ہے اور کچھ دنوں میں ایک صوبہ بن جائے گا۔ لاہور کے رہنے والوں کو بہت سے مسائل درپیش ہیں۔ مثلاً ماحول کی آلودگی، آمد و رفت اور نکاسی آب جیسے مسائل لاہور کے عوام کو درپیش ہیں۔ لیکن وہ ان مسائل کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور ہیں کیوں کہ ان کے حل ہونے کے اب

تک کوئی آثار نظر نہیں آرہے۔"

تشریح:

زیرتشریح عبارت میں مصنف کہتے ہیں کہ لاہور کے محلِ وقوع کے بارے میں چند غلط فہمیوں کو دور کرنا چاہتا ہوں۔ یہ شہر پنجاب میں واقع ہے، لیکن پنجاب اب پنج آب ہرگز نہیں رہا کیوں کہ پہلے پنجاب کو پانچ دریاؤں راوی، بیاس، ستلج، جہلم اور چناب سیراب کرتے تھے۔ اس لیے اس کا نام پنجاب پڑ گیا، جس کا مطلب ہے پانچ دریاؤں کی سرزمین۔ لیکن اب یہ بات درست نہیں ہے کیوں کہ ان میں ایک دریا آدھا بہتا ہے۔ سندھ طاس معاہدے کے مطابق دریائے راوی کا پانی ہندوستان کے حصے میں آیا۔ اس لیے وہ اس میں اپنی ضرورت سے زیادہ پانی چھوڑ دیتا ہے۔ چناں چہ راوی نے بہنا چھوڑ دیا ہے۔ مصنف کے خیال میں راوی بوڑھا ہو گیا ہے۔ جس طرح کوئی بوڑھا انسان کام کرنے کے قابل نہیں رہتا اور آرام و سکون کو ترجیح دیتا ہے۔ اسی طرح راوی بھی اب بوڑھا ہو گیا ہے۔ بہتے بہتے تھک چکا ہے۔ اسی لیے آرام کی غرض سے اس نے بہنے کا سلسلہ ختم کر دیا ہے۔ اس لیے اصطلاحی معنوں میں اس دریا کا نام "راوی ضعیف" ہے۔ بڑھاپے کی وجہ سے اس کا پانی بہنے کے قابل نہیں رہا بلکہ جمود کا شکار ہو گیا ہے۔

اگر اس دریا کا پتا معلوم کرنا چاہتے ہیں تو شہر میں واقع دو پلوں کے نیچے ریت میں یہ دریا محوِ خواب ہے۔ وہاں اسے تلاش کیا جا سکتا ہے۔ اس نے بہنے کا مشغلہ عرصے سے ترک کر دیا ہے۔ اس لیے اس کے دونوں کناروں پر لوگ آباد ہو گئے ہیں۔ اب یہ بتانا بہت مشکل ہے کہ شہر دریا کے دائیں کنارے پر واقع ہے یا بائیں کنارے پر۔ حالاں کہ قدیم زمانے میں دریا شاہی قلعے اور بادشاہی مسجد کے قریب سے گزرتا تھا اور لاہور شہر اس کے بائیں کنارے پر واقع تھا۔ دریا سمٹ کر ایک جھیل تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ دائیں کنارے پر بھی وسیع شہر ہی آباد ہے۔ بقول ریاض مجید:

اپنی راہ مسدود کر دے گا یہی بڑھتا ہجوم
یہ نہ سوچا ہر کسی کو راستہ دیتے ہوئے

عبارت نمبر 3

(ملتان بورڈ 2006ء، فیصل آباد 2012ء)

کہتے ہیں کسی زمانے میں لاہور کا حدود اربعہ بھی ہوا کرتا تھا لیکن طلبہ کی سہولت کے لیے میونسپلٹی نے اسے منسوخ کر دیا ہے۔ اب لاہور کے چاروں طرف بھی لاہور ہی واقع ہے اور روز بروز واقع تر ہو رہا ہے۔......... ماہرین کا اندازہ ہے کہ دس بیس سال کے اندر لاہور ایک صوبے کا نام ہو گا جس کا دارالخلافہ پنجاب ہو گا۔ یوں سمجھیے کہ لاہور ایک جسم ہے جس کے ہر حصے پر ورم نمودار ہو رہا ہے لیکن ہر ورم موادِ فاسد سے بھرا ہے۔ گویا یہ توسیع ایک عارضہ ہے جو اس کے جسم کو لاحق ہے۔

سیاق وسباق:

زیرتشریح اقتباس سے پہلے مصنف [illegible] اور اپنی مثال آپ ہے۔ اس لیے اس کے وجود کو ثابت کرنے کے لیے دلائل کی ضرورت نہیں ہے۔ اور کہنے کو تو لاہور پنجاب میں واقع ہے لیکن اب پنجاب بھی "پنج آب" نہیں رہا کیوں کہ اس کا پانچواں دریا بہنے کے عمل کو ترک کر کے آرام کی غرض سے ریت میں لیٹا رہتا ہے۔

زیرتشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ لاہور کے عوام کو بہت سے مسائل درپیش ہیں۔ جن میں سے چند ایک، آب وہوا کا ناقص انتظام، آمد و رفت اور نکاسیٔ آب ہیں۔ لیکن لاہور کے رہنے والے ان مسائل کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ ان مسائل پر فی الحال نظرثانی تو کی جا چکی ہے۔ لیکن ان کا کوئی حل ابھی تک پیش نہیں کیا جا سکا۔

تشریح:

زیرتشریح عبارت میں مصنف کہتے ہیں کہ کسی زمانے میں لاہور کا حدود اربعہ ہوا کرتا تھا اور چاروں سمتوں میں ضمنی

بستیاں اور شہر آباد تھے۔ لاہور کے حدود اربعہ کے بیان کے ضمن میں گردونواح کے علاقوں کا تذکرہ لازمی ہوتا تھا۔ اور نصابی کتب میں بھی لاہور کا حدود اربعہ شامل ہوا کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے طلبا کو یاد کرنے میں ذہنی ورزش کرنی پڑتی تھی۔ چناں چہ میونسپل کمیٹی نے طلبا کی دقت کو مدنظر رکھتے ہوئے حدود اربعہ ختم کر دیا ہے۔ طلبا میونسپلٹی کی عطا کردہ اس سہولت سے بہت خوش ہیں کہ اب انھیں لاہور کا حدود اربعہ یاد کرتے ہوئے اردگرد کے علاقے یاد نہیں کرنے پڑیں گے۔

لاہور کا حدود اربعہ منسوخ ہونے کی وجہ سے گردونواح کے علاقے بھی لاہور میں ضم ہو گئے ہیں۔ اب لاہور کے چاروں اطراف میں دیگر علاقے نہیں بلکہ لاہور ہی واقع ہے۔ اور روز بروز اس کی توسیع میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یعنی اس کی آبادی میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ لاہور میں روزگار کے مواقع زیادہ ہیں۔ دوسری اہم وجہ یہ کہ لاہور میں اعلیٰ درجے کے تعلیمی ادارے ہیں۔ لوگ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے لاہور کا انتخاب کرتے ہیں۔ اس لیے پنجاب کے قرب وجوار اور دور دراز کے لوگوں کی لاہور کی طرف نقل مکانی ہو رہی ہے۔ آبادی میں بے تحاشا اضافہ ہو رہا ہے اور لاہور چاروں طرف مسلسل پھیل رہا ہے۔ چناں چہ لاہور کی توسیع کے پیش نظر ماہرین اپنا اندازہ پیش کر رہے ہیں کہ دس بیس سال کے اندر لاہور صوبہ بن جائے گا اور پنجاب اس کا دارالحکومت ہوگا۔

آبادی کے بے ہنگم اضافے کی وجہ سے لاہور کے وسائل پر بوجھ بڑھ گیا ہے اور مسائل میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ مصنف کہتے ہیں کہ اگر لاہور کو ایک جسم تصور کر لیا جائے تو اس کے گردونواح کی نئی کچی آبادیاں پھوڑے کی مانند ہیں جن میں فاسد مواد پیپ وغیرہ بھری ہوئی ہے۔ چناں چہ بڑھتی ہوئی آبادیاں ایک موذی بیماری ہے جو اس کے جسم کو چمٹ کر رہ گئی ہے۔

عبارت نمبر 4 (سرگودھا بورڈ 2012ء)

لیکن بدقسمتی سے کمیٹی کے پاس ہوا کی قلت تھی۔ اس لیے لوگوں کو ہدایت کی گئی کہ مفادِ عامہ کے پیش نظر اہلِ شہر ہوا کا بے جا استعمال نہ کریں بلکہ جہاں تک ہو سکے کفایت شعاری سے کام لیں۔ چناں چہ اب لاہور میں عام ضروریات کے لیے ہوا کی بجائے گرد اور خاص خاص حالات میں دھواں استعمال کیا جاتا ہے۔ کمیٹی نے جا بجا دھوئیں اور گرد کے مہیا کرنے کے لیے مرکز کھول دیے ہیں جہاں یہ مرکبات مفت تقسیم کیے جاتے ہیں۔ امید کی جاتی ہے کہ اس سے نہایت تسلی بخش نتائج برآمد ہوں گے۔

سیاق وسباق:

زیرِ تشریح اقتباس سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ لاہور کو معرضِ وجود میں آئے عرصہ دراز گزر چکا ہے۔ اس لیے اس کو بیان کرنے کے لیے دلائل کی ضرورت نہیں ہے اور پنجاب بھی اب "پنج آب" نہیں رہا، کیوں کہ اس کا پانچواں دریا بہنے کے قابل نہیں رہا۔ لاہور کے رہنے والوں کو بہت سے مسائل درپیش ہیں، جن میں سے ماحول کی آلودگی اور آمد و رفت، اہم مسئلہ ہے۔

زیرِ تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ بمبر رسانی آب بھی اہلِ لاہور کے لیے ایک بڑا مسئلہ ہے۔ یہاں کی سڑکیں بھی بہت پرانی ہیں جو کہ شیر شاہ سوری نے بنوائی تھیں۔ لاہور کی عمارات کی دیواروں کو پلستر کے ساتھ ساتھ اشتہارات لگا کر دوہرا کر دیا جاتا ہے۔ لاہور کی سب سے بڑی صنعت رسالہ سازی اور سب سے بڑی حرفت انجمن سازی ہے۔ لاہور کی سب سے اہم پیداوار یہاں کے طلبا ہیں۔

تشریح:

زیرِ تشریح عبارت میں مصنف کہتے ہیں کہ لاہور کی آب و ہوا کے متعلق جتنی بھی روایات اور کہانیاں مشہور و معروف ہیں، تقریباً سبھی غلط اور خود ساختہ ہیں۔ حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہاں کے باشندے صاف وشفاف آب و ہوا سے

محروم ہیں۔ اس لیے لاہور کے عوام نے میونسپل کمیٹی کو حال ہی میں یہ خواہش ظاہر کی ہے، کہ دوسرے شہروں کی طرح انھیں بھی آب و ہوا کی سہولت دی جائے۔ میونسپلٹی بڑی بحث و تکرار کے بعد اس نتیجے پر پہنچی ہے، کہ اہل لاہور کی یہ خواہش ناجائز نہیں ہے بلکہ ہمدردانہ سوچ بچار کی مستحق ہے۔

لیکن بدقسمتی سے میونسپلٹی کے پاس ہوا کی کمی تھی۔ اس لیے کمیٹی نے عوام کی بھلائی کے جذبے کے پیش نظر شہر والوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ ہوا کا غیر ضروری استعمال نہ کریں، بلکہ جہاں تک ممکن ہو کفایت شعاری اور بچت سے کام لیں۔ ضرورت سے زیادہ ہوا کا استعمال نہ کریں۔ حالاں کہ شہریوں کے لیے صاف و شفاف آب و ہوا کا بندوبست کرنا شہر کی میونسپلٹی کے ذمہ ہوتا ہے۔ لیکن لاہور کی میونسپلٹی اس سلسلے میں مکمل طور پر ناکام ہوئی ہے۔ اس کا موجودہ نام میٹروپولیٹن ہے۔ نام تو تبدیل ہو گیا ہے لیکن اس کے مزاج میں تبدیلی نہیں آئی۔ مصنف کے زمانے کے مسائل آج بھی اضافے کے ساتھ جوں کے توں موجود ہیں۔

چناں چہ میونسپلٹی نے شہریوں کے لیے عام ضروریات کے لیے متبادل بندوبست یہ کیا ہے کہ ان کے لیے ہوا کی جگہ گرد و غبار اور خاص خاص حالات میں استعمال کرنے کے لیے دھوئیں کا انتظام کیا ہے۔ کمیٹی نے شہر میں جگہ جگہ دھوئیں اور گرد و غبار کے مراکز کھول دیے ہیں تاکہ شہریوں کو یہ نعمتیں فوری اور بلا تاخیر و بلا معاوضہ میسر آ سکیں۔ انھیں انتظار کی کوفت برداشت نہ کرنی پڑے۔ امید کی جا رہی ہے کہ کمیٹی کے عوام کے ساتھ ان بے لوث اور خلوص و محبت بھرے جذبات سے بڑے مفید اور دور رس نتائج ظاہر ہوں گے۔

زیر تشریح عبارت میں مصنف نے لاہور کی میونسپلٹی کو شدید طنز کا نشانہ بنایا ہے کہ میونسپلٹی لاپروائی اور بے عملی کا مظاہرہ کرتی رہتی ہے۔ بلند بانگ دعوے کیے جاتے ہیں لیکن عملی طور پر اس کا ثبوت سامنے نہیں آتا۔ لاہور کے عوام طرح طرح کے مسائل کا شکار ہیں۔ شہریوں کو صاف اور پاکیزہ و مصفا ماحول فراہم کرنا کمیٹی کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ ساتھ ہی کارخانوں اور گاڑیوں کے دھوئیں کا تدارک کرنا، شہری حدود میں کارخانوں، فیکٹریوں اور دیگر آلودگی پیدا کرنے والی گاڑیوں پر پابندی عائد کرنا میونسپلٹی کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اور شہر میں صفائی کا مناسب بندوبست کرنا میونسپلٹی کی ذمہ داری ہے۔ لیکن میونسپلٹی اس معاملے میں مسلسل بے حسی اور خود غرضی کا شکار ہے۔ محکمہ ماحولیات کی ایک رپورٹ کے مطابق لاہور کے لوگ روزانہ تقریباً پچاس من گرد و غبار پھانکتے ہیں۔

میونسپلٹی میں عوام کے منتخب کردہ نمائندے بھی شامل ہوتے ہیں۔ میونسپلٹی سے کام لینا ان عوامی نمائندوں کے ذمہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ عوامی نمائندے بھی عوام کے ساتھ لاپروائی اور بے وفائی کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ مجید لاہوری نے بجا کہا تھا:

گدھوں پر لاد کے ہم بوجھ ذمہ داری کا
یہ کہہ رہے ہیں کہ کوئی آدمی نہیں ملتا

عبارت نمبر 5

(لاہور بورڈ 13، 2006، 2010، گوجرانوالہ بورڈ 2007، سرگودھا بورڈ 2012)

ہم رسانی آب کے لیے ایک اسکیم عرصے سے کمیٹی کے زیر غور ہے۔ یہ اسکیم نظام سقے کے وقت سے چلی آتی ہے لیکن مصیبت یہ ہے کہ نظام سقے کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے اہم مسودات بعض تو تلف ہو چکے ہیں اور جو باقی ہیں ان کے پڑھنے میں بہت دقت پیش آ رہی ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ تحقیق و تدقیق میں ابھی چند سال اور لگ جائیں۔ عارضی طور پر پانی کا یہ انتظام کیا گیا ہے کہ فی الحال بارش کے پانی کو حتی الوسع شہر سے باہر نکلنے نہیں دیتے۔ اس میں کمیٹی کو بہت کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ تھوڑے ہی عرصے میں ہر محلے کا اپنا ایک دریا ہوگا جس میں رفتہ رفتہ مچھلیاں پیدا ہوں گی اور ہر مچھلی کے پیٹ میں کمیٹی کی ایک انگوٹھی ہوگی جو رائے دہندگی کے موقع پر ہر رائے دہندہ کو پہنا دی جائے گی۔

سیاق و سباق:

زیر تشریح اقتباس سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ لاہور کے وجود کو ثابت کرنے کے لیے دلائل کی ضرورت نہیں ہے۔ کیوں کہ اسے دریافت ہوئے بہت عرصہ بیت چکا ہے اور [illegible]

ہے۔ لاہور میں رہنے والوں کو بہت سے مسائل درپیش ہیں، وہ ان مسائل کو برداشت کرنے پر مجبور ہیں۔ کیوں کہ ان کے حل کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی۔

زیرِ تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ لاہور کی سڑکیں اب اتنی پرانی ہو چکی ہیں کہ ان میں جگہ جگہ گڑھے پڑ گئے ہیں اور ان پر سفر کرنے کے دوران مسافروں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لاہور میں بہت سے قابلِ دید مقامات بھی ہیں۔ عمارتوں کی دیواروں کو اہلِ لاہور اشتہارات کی مدد سے دوبالا کر دیتے ہیں۔ لاہور کی سب سے بڑی صنعت رسالہ سازی اور حرفت انجمن سازی ہے۔ لاہور کی اہم پیداوار یہاں کے طلبہ ہیں۔

تشریح:

زیرِ تشریح عبارت میں مصنف کہتے ہیں کہ لاہور کی آب و ہوا کے متعلق جتنی بھی روایات اور کہانیاں مشہور و معروف ہیں تقریباً سبھی غلط اور خود ساختہ ہیں۔ حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہاں کے باشندے صاف و شفاف آب و ہوا سے محروم ہیں۔ اس لیے لاہور کے عوام نے میونسپل کمیٹی سے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ انھیں آب و ہوا کی سہولت دی جائے اور میونسپل کمیٹی نے بھی یہ تسلیم کر لیا ہے کہ اہلِ لاہور کی یہ خواہش ناجائز نہیں ہے۔ بلکہ ہمدردانہ سوچ بچار کی مستحق ہے۔ بدقسمتی سے کمیٹی کے پاس ہوا کی قلت تھی، اس لیے اس نے اہلِ شہر کو کفایت شعاری کی تلقین کی ہے۔ پانی کی فراہمی کے ضمن میں ایک منصوبے پر کمیٹی غور و خوض کر رہی ہے۔ یہ منصوبہ نظام سقے نے ترتیب دیا تھا۔ نظام سقے نے مغل بادشاہ ہمایوں کو دریائے گنگا میں ڈوبنے سے بچایا تھا۔ ہمایوں نے جون 1539ء میں ہونے والی چونسہ کے مقام پر لڑائی میں شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر بھاگتے ہوئے دریائے گنگا میں چھلانگ لگائی تھی۔ چناں چہ ہمایوں نے نظام سقے کو جان بچانے کے بدلے میں ایک دن کی بادشاہت عطا کی تھی۔ اس نے اپنے مختصر سے دور میں چمڑے کے سکے جاری کیے، جن میں سونے کے کیل کندہ تھے۔

نظام سقا ماشکی تھا اس کے لیے سب سے اہم مسئلہ پانی کی فراہمی تھا۔ چناں چہ اس نے ایک اسکیم پیش کی تھی کہ عوام کے لیے پانی کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔ نظام سقے کی ایک روزہ عارضی حکومت کے خاتمے پر اس کے عوام کو پانی مہیا کرنے کی اسکیم بھی پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکی۔ اور نظام سقا کا منصوبہ کاغذوں تک محدود ہو کر رہ گیا۔ چناں چہ کمیٹی نظام سقے کے منصوبے پر ابھی تک غور کر رہی ہے۔ لیکن دشواری یہ ہے کہ نظام سقے کے تحریر کردہ مسودات میں سے کچھ ضائع ہو گئے ہیں اور باقی مسودات بوسیدہ اور پرانے ہو چکے ہیں۔ اس لیے کمیٹی کے ارکان سے پڑھے نہیں جا رہے۔ کمیٹی نظام سقے کے مسودات پر چھان بین اور غور و فکر میں مشغول ہے۔ ہو سکتا ہے اس منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں چند سال اور لگ جائیں۔ کمیٹی نے فرض شناسی کا ثبوت دیتے ہوئے اہلِ شہر کے لیے پانی کا متبادل بندوبست یہ کیا ہے کہ جہاں تک ہو سکے، بارش کے پانی کا اخراج شہر سے باہر نہ ہونے دیا جائے اور شہر کے اندر ہی ذخیرہ کر لیا جائے۔

چناں چہ کمیٹی اہلِ شہر کے ساتھ بھرپور تعاون کر رہی ہے اور پانی کو حتی الوسع شہر سے باہر نکلنے نہیں دیتی۔ اس منصوبے میں کمیٹی کو کامیابی نصیب ہوئی ہے اور امید کی جاتی ہے کہ عنقریب ہر محلے کا اپنا ایک الگ دریا ہوگا۔ جس سے محلے والے پانی کی ضرورت پوری کر سکیں گے اور خوراک کے لیے مچھلیاں بھی پال سکیں گے اور ہر مچھلی کے پیٹ میں کمیٹی کی ایک انگوٹھی ہوگی۔ اہلِ محلہ مچھلیاں پکڑ کر کھائیں گے اور کمیٹی کے احسان مند ہوں گے کہ کمیٹی نے پانی کا انتظام کرنے کے ساتھ ساتھ خوراک کا انتظام بھی کر دیا ہے اور مچھلی کے پیٹ سے جو قیمتی انگوٹھی برآمد ہوگی، اسے محلے کا ہر ووٹر الیکشن کے موقع پر پہن کر اپنا ووٹ ڈالنے کے لیے پولنگ اسٹیشن جائے گا اور انگوٹھی ووٹر کے لیے شناختی کارڈ کا کام دے گی۔

زیرِ تشریح عبارت میں مصنف نے لاہور کی میونسپلٹی کو طنز کا نشانہ بنایا ہے کہ کمیٹی ایک طرف تو اہلِ شہر کے لیے صاف پانی

کا بندوبست نہیں کرتی۔ شہری پانی کی قلت کا شکار رہتے ہیں۔ دوسری طرف شہر میں گندے پانی اور بارش کے پانی کے نکاس کا انتظام بھی ناقص ہے۔ بارش کا پانی شہر سے باہر نکلنے کی بجائے شہر کی گلیوں اور سڑکوں پر جمع ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے لاہور کے شہریوں کو بڑی دشواری اور مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

عبارت نمبر 6 (ملتان بورڈ 2013ء)

نظام سقّے کے مسودات سے اس قدر ضرور ثابت ہوا ہے کہ پانی پہنچانے کے لیے نل ضروری ہیں۔ چناں چہ کمیٹی نے کروڑوں روپے خرچ کر کے جا بجا نل لگوا دیے ہیں۔ فی الحال ان میں ہائیڈروجن اور آکسیجن بھری ہے لیکن ماہرین کی رائے ہے کہ ایک نہ ایک دن یہ گیسیں ضرور مل کر پانی بن جائیں گی۔ چناں چہ بعض نلوں میں اب بھی چند قطرے روزانہ ٹپکتے ہیں۔ اہل شہر کو ہدایت کی گئی ہے کہ اپنے اپنے گھڑے نلوں کے نیچے رکھ چھوڑیں تاکہ عین وقت پر تاخیر کی وجہ سے کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ شہر کے لوگ اس پر بہت خوشیاں منا رہے ہیں۔

سیاق و سباق:

زیرِ تشریح اقتباس سے پہلے مصنف نے لاہور کے جغرافیے کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ لاہور کو دریافت ہوئے بہت عرصہ گزر چکا ہے۔ اسی لیے اس کے ثبوت کے لیے دلائل کی ضرورت نہیں رہی۔ ساتھ ہی مصنف نے اہل لاہور کو درپیش مسائل کا ذکر کیا ہے، کہ انھیں آب و ہوا، نکاسی آب اور آمد و رفت جیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

زیرِ تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ لاہور کی سڑکیں اب اتنی پرانی ہو چکی ہیں، کہ ان میں جگہ جگہ گڑھے پڑ گئے ہیں اور ان پر سفر کے دوران مسافروں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لاہور میں بہت سے قابل دید مقامات بھی ہیں۔ عمارتوں کی دیواروں کو اہل لاہور اشتہارات کی مدد سے دوہرا کر دیتے ہیں۔ لاہور کی سب سے بڑی صنعت رسالہ سازی اور حرفت انجمن سازی ہے۔ لاہور کی اہم پیداوار یہاں کے طلبہ ہیں۔

تشریح:

زیرِ تشریح عبارت میں مصنف لکھتے ہیں کہ اہلِ لاہور کو پانی کی فراہمی کے ضمن میں ایک منصوبے پر کمیٹی غور و خوض کر رہی ہے۔ یہ منصوبہ نظام سقّے نے ترتیب دیا تھا۔ لیکن دشواری یہ ہے کہ نظام سقّے کے تحریر کردہ مسودات میں سے کچھ ضائع ہو گئے ہیں اور باقی مسودات بوسیدہ اور پرانے ہو چکے ہیں۔ اس لیے کمیٹی کے ارکان سے پڑھے نہیں جا رہے۔ لیکن نظام سقّے کے مسودات سے یہ بات تو ثابت ہو چکی ہے، کہ اہل شہر کو پانی پہنچانے کے لیے نل بہت ضروری ہیں۔ چناں چہ میونسپل کمیٹی نے کروڑوں رُوپے خرچ کر کے لاہور میں جگہ جگہ پانی کے نل لگا دیے ہیں۔ اور باقی منصوبے پر کام وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہوتا رہے گا۔ فی الحال ان نلوں میں آکسیجن اور ہائیڈروجن بھری ہوئی ہے۔ اور کیمیائی عمل کے ذریعے ان دو گیسوں کے ملاپ سے پانی بنتا ہے۔

ماہرین کی رائے ہے کہ ایک وقت ایسا ضرور آئے گا، جب یہ گیسیں مل کر پانی بن جائیں گی تو شہریوں کا فراہمی آب کا دیرینہ مطالبہ پورا ہو جائے گا اور ماہرین کی رائے سچ ثابت ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ کیونکہ بعض نلوں سے روزانہ پانی کے قطرے ٹپکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ چنانچہ کمیٹی نے شہریوں کو ہدایت کر دی ہے، کہ وہ اپنے گھڑے ابھی سے نلوں کے نیچے رکھ چھوڑیں۔ تاکہ جب کسی دن اچانک پانی آ جائے تو گھڑے نلوں کے نیچے نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو مایوسی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اور تاخیر کی وجہ سے کسی کی حوصلہ شکنی نہ ہو۔ کمیٹی کے اس عظیم کارنامے پر لاہور کے لوگ بہت خوش ہیں اور پرامید ہیں کہ پانی کی فراہمی کا مسئلہ جلد حل ہو جائے گا۔

عبارت نمبر 7:

جو سیاح لاہور تشریف لانے کا ارادہ رکھتے ہوں ان کو یہاں کے آمد و رفت کے ذرائع کے متعلق چند ضروری باتیں ذہن نشین کر لینی چاہئیں تاکہ وہ یہاں کی سیاحت سے کما حقہ اثر پذیر ہو سکیں۔

تاریخی اعتبار سے بہت اہم ہے۔ یہ وہی سڑک ہے جو شیر شاہ سوری نے بنوائی تھی۔ یہ آثار قدیمہ میں شمار ہوتی ہے اور بے حد احترام کی نظروں سے دیکھی جاتی ہے۔ چناں چہ اس میں کسی قسم کا رد و بدل گوارا نہیں کیا جاتا۔ وہ قدیم تاریخی گڑھے اور خندقیں جوں کی توں موجود ہیں جنھوں نے کئی سلطنتوں کے تختے الٹ دیے تھے۔ آج کل بھی کئی لوگوں کے تختے یہاں الٹتے ہیں۔ اور عظمت رفتہ کی یاد دلا کر انسان کو عبرت سکھاتے ہیں۔

سیاق وسباق:

زیر تشریح اقتباس سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ لاہور اپنی مثال آپ ہے۔ لیکن اُس کے رہنے والوں کو کچھ مسائل درپیش ہیں۔ جن میں سے چند ایک، جیسا کہ بہم رسانی آب اور آب و ہوا کے مسئلے کا حل پیش کیا گیا ہے۔ جس کے مطابق انھیں تلقین کی گئی ہے کہ وہ ہوا کی جگہ دھواں، گرد و غبار اور پانی کی جگہ بارش کا پانی استعمال کریں۔ کمیٹی نے نل لگوا دیے ہیں۔ ماہرین کا خیال ہے کہ ان میں موجود گیسیں ایک دن ضرور کیمیائی عمل سے پانی بن جائیں گی۔

زیر تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتا چکے ہیں کہ لاہور میں بہت سے قابل دید مقامات ہیں۔ لیکن ان کو تلاش کرنے میں دشواری پیش آتی ہے۔ کیوں کہ اہلِ لاہور ان کی دیواروں کو اشتہارات کی مدد سے دوہرا کر دیتے ہیں۔ لاہور کی اہم صنعت رسالہ سازی اور حرفت انجمن سازی ہے اور یہاں کی سب سے اہم پیداوار یہاں کے طلبہ ہیں۔

تشریح:

زیر تشریح عبارت میں مصنف نے لاہور کی سڑکوں کی حالتِ زار کو طنزیہ اور مزاحیہ انداز میں متعارف کرایا ہے۔ چوں کہ لاہور شہر تاریخی اہمیت کا حامل ہے اس لیے لوگ مختلف جگہوں سے یہاں سیر و سیاحت کے لیے آتے ہیں۔ مصنف سیاحت کے شوقین لوگوں کو لاہور کی سڑکوں اور آمد و رفت کے بارے میں پُر لطف انداز میں آگاہ کر رہے ہیں۔ مصنف کہتے ہیں کہ یہاں ایک تاریخی سڑک بھی موجود ہے۔ جو کہ بل کھاتی ہوئی لاہور کے بازاروں سے گزرتی ہے۔ یہ سڑک ہندوستان کے مشہور افغان بادشاہ شیر شاہ سوری نے تعمیر کرائی۔ شیر شاہ سوری مغل بادشاہ ہمایوں کو شکست دے کر ہندوستان سے نکال باہر کرنے والا جرنیل تھا۔ جس نے 1540ء سے 1545ء تک صرف پانچ سال کے مختصر عرصے کے لیے حکومت کی۔ لیکن آج تک اپنی دانائی، نظم و نسق اور رفاہِ عامہ کے کاموں کی وجہ سے بے حد مشہور ہے۔ یہ سڑک آثار قدیمہ میں شمار ہوتی ہے۔

شیر شاہ سوری نے دریائے سندھ سے بنگال تک مشہور جرنیلی سڑک جسے گرینڈ ٹرنک روڈ یعنی جی ٹی روڈ کہتے ہیں۔ تعمیر کرائی۔ اس سڑک پر اٹھارہ سو سرائیں بنوائی گئیں۔ ہر کارواں سرائے کے ساتھ ایک مسجد ہوتی تھی۔ سرائے میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے لیے الگ الگ کھانوں کا بندوبست ہوتا تھا۔ اس سڑک پر مسافروں کے استفادے کے لیے پھل دار درخت لگائے گئے تھے۔ اس تاریخی سڑک پر طنز کرتے ہوئے مصنف کہتے ہیں کہ اس کو اس قدر عزت دی جاتی ہے، کہ کوئی تبدیلی آج تک نہیں کی گئی اور اس کو بے حد احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ یہ سڑک شیر شاہ سوری نے بنوائی اور تاریخی لحاظ سے اس کی بڑی اہمیت ہے۔ میونسپل کمیٹی کو اس سڑک سے اتنی عقیدت ہے کہ اس میں ذرا سی تبدیلی برداشت نہیں کرتے۔ اور اس سڑک کو جوں کا توں رکھنا چاہتے ہیں۔

زیر تشریح عبارت میں مصنف نے میونسپل کمیٹی اور اس قدیم تاریخی سڑک پر گہرا طنز کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس سڑک کی حالت کافی حد تک خستہ ہے، اس میں گڑھے اور خندقوں جیسی کھائیاں موجود ہیں۔ اس کی مرمت پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ گزری ہوئی کئی حکومتوں کی تباہی اور بربادی میں ان گڑھوں کا کافی ہاتھ ہے۔ آج بھی کئی لوگ یہاں سے گزرتے ہوئے بربادی اور تباہی کا نشانہ بنتے ہیں اور دوسرے دیکھنے والوں کے لیے عبرت کا نشان بنتے ہیں۔

عبارت نمبر 8: (ملتان بورڈ 2006ء، فنی بورڈ 2013ء)

تانگوں میں بناسپتی گھوڑے استعمال کیے جاتے ہیں۔ بناسپتی گھوڑا شکل صورت میں دُم دار ستارے سے ملتا ہے کیوں کہ اس گھوڑے کی ساخت میں دُم زیادہ اور گھوڑا کم پایا جاتا ہے۔ حرکت کے وقت اپنی دُم دبا لیتا ہے اور ضبطِ نفس سے اپنی رفتار میں ایک سنجیدہ اعتدال پیدا کرتا ہے تا کہ سڑک کا ہر تاریخی گڑھا اور تانگے کا ہر ہچکولا اپنا نقش آپ پر ثبت کرتا جائے اور آپ کا ہر ایک مسام لطف اندوز ہو سکے۔

سیاق وسباق:

زیرِ تشریح اقتباس سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ لاہور ایک گنجان آباد شہر ہے اور روز بروز پھیلتا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ کچھ دنوں میں یہ ایک صوبہ بن جائے گا۔ البتہ اہلِ لاہور کو بہت سے مسائل درپیش ہیں۔ لیکن ان کے حل کی فی الحال کوئی صورت نظر نہیں آ رہی اور اہلِ لاہور اس میں رہنے پر مجبور ہیں۔

زیرِ تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ لاہور کی دیواروں پر پختہ سیاہی سے اشتہار چسپاں کر دیے جاتے ہیں، جس سے دیواریں دوہری ہو جاتی ہیں اور ہر کسی کو اپنا گھر ڈھونڈنے میں دقت پیش نہیں آتی۔ یہاں کی اہم صنعت رسالہ سازی اور اہم حرفت انجمن سازی ہے اور لاہور کی اہم پیداوار یہاں کے طلبہ ہیں جن کی مختلف قسمیں ہیں۔

تشریح:

زیرِ تشریح عبارت میں مصنف نے عام سواری یعنی تانگہ کو طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ اس عبارت سے پہلے آمد و رفت کی بات ہوئی کہ لاہور کی سڑکیں آثارِ قدیمہ میں شمار ہوتی ہیں اور بے حد احترام سے دیکھی جاتی ہیں۔ اسی اقتباس سے قبل مصنف نے حکمرانوں کے تختے الٹنے پر بھی بات کی ہے۔ پھر مزاحیہ انداز میں لاہور میں استعمال ہونے والے تانگے کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ بعض لوگوں نے عبرت پکڑنے کے لیے ان تختوں کے نیچے کہیں دو پہیے لگا لئے اور سامنے بک لگا کر اس کے آگے گھوڑا ٹانگ دیا۔ اس طرح تانگا بن گیا۔ لاہور کے بیشتر علاقوں میں یہ سواری استعمال ہوتی ہے۔ لاہور کے گھوڑے کمزور ہیں اور ان گھوڑوں کی کمزوری بیان کرنے کے لیے بناسپتی گھوڑے کا لفظ استعمال کیا ہے۔ مصنف کہتے ہیں کہ ان بناسپتی گھوڑوں کی شکل و صورت دم دار ستارے سے ملتی ہے کیوں کہ گھوڑا کمزور ہو جائے تو دم بڑی لگنے لگتی ہے۔ اسی لیے دم دار ستارے کا لفظ استعمال کیا ہے کہ گھوڑا کم اور دم زیادہ ہوتی ہے۔

لاہور کے گھوڑے کمزور ہوتے ہیں اور حرکت کرتے وقت اپنی دم دبا لیتے ہیں اور ضبطِ نفس سے اپنی رفتار جو کہ ویسے بھی کم ہوتی ہے اس میں ایک طرح کی سنجیدگی اور تسلسل پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ تانگے اپنے بیٹھنے والوں کو ایسے جھٹکے دیتے ہیں کہ سڑک جو کہ خود ایک گڑھا بن چکی ہے، اس کے چھوٹے چھوٹے گڑھے آپ پر یادگاری نشان چھوڑ جاتے ہیں تا کہ آپ کو یقین ہو جائے کہ آپ اس یادگار سڑک پر سواری کر کے آ رہے ہیں۔ اور آپ کے ساتھ ساتھ آپ کے جسم کا ہر مسام اس سفر سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

عبارت نمبر 9: (سرگودھا بورڈ 2010ء)

لاہور میں قابلِ دید مقامات مشکل سے ملتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لاہور کی ہر عمارت کی بیرونی دیواریں دوہری بنائی جاتی ہیں۔ پہلے اینٹوں اور چونے سے دیوار کھڑی کرتے ہیں اور پھر اس پر اشتہاروں کا پلستر کر دیا جاتا ہے جو دبازت میں رفتہ رفتہ بڑھتا جاتا ہے۔ شروع شروع میں چھوٹے سائز کے مبہم اور غیر معروف اشتہارات چپکا دیے جاتے ہیں، مثلاً ''اہلِ لاہور کو مژدہ'' یا ''اچھا سستا مال۔'' اس کے بعد ان اشتہاروں کی باری آتی ہے جن کے مخاطب اہلِ علم اور سخن فہم لوگ ہوتے ہیں مثلاً ''گریجویٹ درزی ہاؤس'' یا ''سوڈنس کے لیے نادر موقع'' یا ''کہتی ہے ہم کو خلقِ خدا غائبانہ کیا''۔ رفتہ رفتہ گھر کی چار دیواری مکمل

سیاق وسباق:

زیرِ تشریح اقتباس سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ لاہور ایک گنجان آباد شہر ہے اور روز بروز پھیلتا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ کچھ دنوں میں یہ ایک صوبہ بن جائے گا۔ البتہ اہلِ لاہور کو بہت سے مسائل درپیش ہیں۔ لیکن ان کے حل کی فی الحال کوئی صورت نظر نہیں آ رہی اور اہلِ لاہور ان مسائل کو برداشت کرنے پر مجبور ہیں۔

زیرِ تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ لاہور کی دیواروں پر پختہ سیاہی سے اشتہار چسپاں کر دیے جاتے ہیں، جس سے دیواریں دوہری ہو جاتی ہیں اور ہر کسی کو اپنا گھر ڈھونڈنے میں دقت پیش آتی ہے۔ یہاں کی اہم صنعت رسالہ سازی اور اہم حرفت انجمن سازی ہے۔ اور لاہور کی اہم پیداوار یہاں کے طلبہ ہیں جن کی مختلف قسمیں ہیں۔

تشریح:

زیرِ تشریح عبارت میں مصنف نے لاہور میں قابلِ دید مقامات اور دیواروں پر اشتہاروں کی زیادتی پر گہرا طنز کیا ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ لاہور میں بہت سے قابل دید مقامات ہیں جیسے شالامار باغ، لارنس گارڈن، مقبرۂ جہانگیر، شاہی قلعہ، بادشاہی مسجد، مسجد وزیر خان، چوبرجی، عجائب گھر وغیرہ۔ لیکن ان عمارتوں کی پہچان بہت مشکل ہوگئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے دیوار بنائی جاتی ہے۔ اس پر پلستر چڑھا دیا جاتا ہے اور اشتہاروں سے دیواروں کو دوہرا بنایا جاتا ہے۔ پہلے چونے اور اینٹوں سے دیوار بنائی جاتی ہے پھر اس پر اشتہارات چسپاں کیے جاتے ہیں، جو رفتہ رفتہ بڑھتے رہتے ہیں ان سے دیوار کو پہچاننا مشکل ترین امر ہو گیا ہے۔ ان اشتہارات کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

اس کے بعد مصنف کہتے ہیں کہ پہلے دیواروں پر چھوٹے اور غیر معروف اشتہارات چپکا دیے جاتے ہیں۔ جیسے پہلے کاغذی اشتہارات لگائے جاتے ہیں۔ جن پر لکھا ہوتا ہے ''اہل لاہور کو مژدہ'' یا پھر ''اچھا سستا مال'' ان اشتہاروں کے بعد بڑے اشتہاروں کی باری آتی ہے۔ یعنی گریجوایٹ درزی ہاؤس یا پھر طلبا کے لیے مہیا کیے گئے مختلف مواقعوں کے لیے اشتہار لگائے جاتے ہیں۔ مختلف چیزوں کے بارے میں اشتہارات لگائے جاتے ہیں اور اس طرح کے بے شمار اشتہارات ہیں، جن سے دیوار موٹی اور اس کی اصل شکل ان کے پیچھے گم ہو جاتی ہے۔ دوسرا یہ دیوار نوٹس بورڈ کی طرح مختلف قسم کی معلومات اور خبروں کا مجموعہ بن جاتی ہے

گزرنے والا ہر عام و خاص، مقامی مسافر، طالب علم، بیمار اور محنت کش وغیرہ فائدہ اٹھاتا ہے اور ان سب اشتہارات کی عبارات مل کر بڑی مضحکہ خیز بن جاتی ہیں۔ مثلاً ''باٹا پور نکاح خواں بیوٹی کریم سرکس آزمائش شرط ہے''۔ یہ تمام اشتہارات گھر کے مالکوں سے اجازت لے کر نہیں لگائے جاتے۔ اس طرح کے اشتہارات کی وجہ سے گھر سمجھ ہی نہیں آتا کہ کس کا ہے۔ اس طرح باہر سے کوئی ان دیواروں کو دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ اندر کوئی ہے۔ اس عبارت میں ان کمپنیوں، انجمنوں اور اداروں پر طنز کیا گیا ہے، جو مالک مکان کی اجازت کے بغیر دیواروں پر اشتہارات چسپاں کر کے ان کا حلیہ بگاڑ دیتے ہیں۔ حالاں کہ وہاں خبردار کیا ہوتا ہے کہ ''یہاں اشتہار لگانا منع ہے''۔

عبارت نمبر 10:

لیکن جب سے لاہور میں دستور رائج ہوا ہے کہ بعض اشتہاری کلمات پختہ سیاہی سے خود دیواروں پر نقش کر دیے جاتے ہیں، یہ دقت بہت حد تک رفع ہوگئی ہے۔ ان دائمی اشتہاروں کی بدولت اب یہ خدشہ باقی نہیں رہا کہ کوئی شخص اپنا یا اپنے دوست کا مکان صرف اس لیے بھول جائے کہ پچھلی مرتبہ وہاں چارپائیوں کا اشتہار لگا ہوا تھا اور لوٹتے وقت تک اہالیان لاہور کو تازہ اور سستے جوتوں کا مژدہ سنایا جا رہا ہے۔ چناں چہ اب وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ جہاں بحرف جلی ''محمد علی دندان ساز'' لکھا ہے وہ اخبار انقلاب کا دفتر ہے۔ ''خالص گھی کی مٹھائی'' امتیاز علی تاج صاحب کا مکان ہے ''کرشنا بیوٹی کریم'' شالامار باغ کو اور ''کھانسی کا مجرب نسخہ'' جہانگیر کے مقبرے کو جاتا ہے۔

سیاق و سباق:

زیرِ تشریح اقتباس سے پہلے مصنف نے لاہور کے جغرافیے کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ انھوں نے اس کے مسائل کو بھی بیان کیا ہے اور یہاں کے نظام پر بڑے خوبصورت انداز میں تنقید کی ہے۔ جن میں سے محل وقوع، حدود اربعہ، آب و ہوا، ذرائع آمدورفت اور قابلِ دید مقامات سب شامل ہیں۔ جن کو مصنف نے مزاح کا نشانہ بنایا ہے۔

زیرِ تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ لاہور میں طلبا کی مختلف قسمیں ہیں جن میں جلالی، خیالی اور خالی طلبا وغیرہ شامل ہیں اور آخر میں مصنف اہلِ لاہور کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہاں کے لوگ خوش طبع ہیں۔

تشریح:

زیرِ تشریح عبارت میں بھی اشتہارات کی زیادتی پر طنز کیا گیا ہے۔ جس میں مصنف بتاتے ہیں کہ اب لاہور میں دیواروں پر اشتہارات پختہ سیاہی سے لکھے جانے لگے ہیں اور یہ کافی عرصے تک وہاں موجود رہتے ہیں۔ پہلے کاغذی اشتہارات ہوتے تھے۔ جس کی وجہ سے لوگوں کو اپنے گھر پہچاننے میں دقت ہوتی تھی۔ کیوں کہ اشتہارات سرعت سے بدلتے تھے۔ بعد میں یہ دقت رفع ہوگئی ہے کیوں کہ سیاہی والے اشتہارات دیرپا ہوتے ہیں اور تیزی سے تبدیل بھی نہیں کیے جاسکتے۔ ان سیاہی والے اشتہارات کی وجہ سے یہ خطرہ بھی کافی حد تک کم ہوگیا ہے کہ کسی کو اپنے دوست کا گھر پہچاننے میں مشکل پیش آئے۔

اب قدرے آسانی سے گھر مل جاتا ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ پہلے جب دوست کے گھر آئے تو وہاں چارپائیوں کا اشتہار تھا۔ مگر واپسی پر وہاں لاہور والوں کے لیے سستے جوتوں کی خوش خبری کہ جوتے سستے اور تازہ مہیا ہوسکیں گے۔ چناں چہ ہم پورے یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ جہاں موٹے حروف میں ”محمد علی دندان ساز“ لکھا ہوا ہے وہ اخبار انقلاب کا دفتر ہے جہاں بجلی، پانی، بھاپ کا بڑا ہسپتال لکھا ہوا ہے، وہ ڈاکٹر اقبال کا گھر ہے اور جہاں ”خالص گھی کی مٹھائی“ کا اشتہار لکھا ہوا ہے، وہ امتیاز علی تاج کا گھر ہے۔ اسی طرح کرشنا بیوٹی کریم کے اشتہار سے معلوم ہوجاتا ہے کہ راستہ شالامار باغ کو جاتا ہے۔ اور ”کھانسی کا مجرب نسخہ“ اشتہار سے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ راستہ جہانگیر کے مقبرے کی طرف جاتا ہے۔

عبارت نمبر 11:

طلبہ کی کئی قسمیں ہوتی ہیں جن میں سے چند مشہور ہیں۔ قسم اول جمالی کہلاتی ہے۔ یہ طلبہ عام طور پر پہلے درزیوں کے ہاں تیار ہوتے ہیں، بعد ازاں دھوبی اور پھرنائی کے پاس بھیجے جاتے ہیں اور اس عمل کے بعد کسی ریستوران میں ان کی نمائش کی جاتی ہے۔

سیاق و سباق:

زیرِ تشریح اقتباس سے پہلے مصنف نے لاہور کے جغرافیے کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے اور انھوں نے اس کے مسائل کو بھی بیان کیا ہے اور یہاں کے نظام پر بڑے خوب صورت انداز میں تنقید کی ہے۔ جن میں سے محل وقوع، حدود اربعہ، آب و ہوا، ذرائع آمدورفت اور قابلِ دید مقامات سب شامل ہیں۔ جن کو مصنف نے مزاح کا نشانہ بنایا ہے۔

زیرِ تشریح اقتباس کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ لاہور میں طلبا کی مختلف قسمیں ہیں جن میں جلالی، خیالی اور خالی طلبا، وغیرہ شامل ہیں اور آخر میں مصنف اہلِ لاہور کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہاں کے لوگ خوش طبع ہیں۔

تشریح:

زیرِ تشریح عبارت میں پطرس بخاری لاہور کی پیداوار کو موضوعِ سخن بناتے ہیں۔ مصنف طلبہ پر طنز کرتے ہوئے مزاحیہ انداز میں کہتے ہیں کہ یہاں کی مشہور پیداوار طلبہ ہیں۔ جو بڑی کثرت سے پائے جاتے ہیں، طلبا کی [illegible]

مصنف کہتے ہیں، کہ طلبہ کی مختلف اقسام میں سے چند ایک مشہور بھی ہیں۔ ان مشہور اقسام میں پہلی قسم جمالی طلبہ کی ہے۔ اس میں مصنف نے طلبہ کو جمال یعنی حسن اور خوبصورتی والے کہہ کر طنز کیا ہے۔ کہ وہ حسن و جمال اور ظاہری نمود و نمائش، لباس اور اپنے بننے سنورنے پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔

کالج میں آ کر ان کا زیادہ وقت درزیوں، دھوبیوں اور نائیوں کے پاس گزرتا ہے۔ پہلے اپنے لباس کو فیشن کے مطابق بنانے کے لیے درزی سے سر کھپاتے ہیں۔ پھر یہ طلبا دھوبیوں کے پاس جاتے ہیں اور پھر اپنی وضع قطع کو فیشن کے مطابق بنانے کے لیے نائی کے پاس جاتے ہیں۔ ان سب جگہوں سے واپس آ کر بن سنور اور سج کر اپنی نمائش کے لیے کسی ہوٹل وغیرہ کا رخ کرتے ہیں۔ جہاں وہ اپنے ہی جیسے دوسرے جمالی طلبا کے ساتھ اپنا وقت گپ شپ لگانے، چائے پینے اور کھانا کھانے میں صرف کرتے ہیں۔ اس عبارت میں مصنف طلبا پر طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ واقعی ایسے جمالی طلبا بہت محنت سے تیار ہوتے ہیں اور ان کے حسن کا مقابلہ کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ غرضیکہ یہ طلبا اپنی مثال آپ ہوتے ہیں۔

عبارت نمبر 12

دوسری قسم جلالی طلبہ کی ہے۔ ان کا شجرہ جلال الدین اکبر سے ملتا ہے، اس لیے ہندوستان کا تخت و تاج ان کی ملکیت سمجھا جاتا ہے۔ شام کے وقت چند مصاحبوں کو ساتھ لیے نکلتے ہیں اور جود و سخا کے خم لنڈھاتے پھرتے ہیں۔ کالج کی خوراک انھیں راس نہیں آتی، اس لیے ہوسٹل میں فروکش نہیں ہوتے۔

سیاق و سباق:

زیرِ تشریح اقتباس سے پہلے مصنف نے لاہور کی میونسپل کمیٹی کے مختلف انتظامات کو مزاح کا نشانہ بنایا ہے۔ اس میں انھوں نے لاہور کی آب و ہوا۔ قابلِ دید مقامات اور ذرائع آمد و رفت کو بیان کیا ہے۔ اور اہلِ لاہور کو جن مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے ان کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا ہے اور بتایا ہے کہ لاہور کی توسیع میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اور کچھ دنوں میں لاہور ایک صوبہ بن جائے گا۔

زیرِ تشریح اقتباس کے بعد مصنف نے طلبہ کی تیسری اور چوتھی قسم کا ذکر کیا ہے۔ اور ان کی چند صفات کو بیان کیا ہے اور اہلِ لاہور کی خوش طبعی کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اہل لاہور بہت خوش طبع ہیں۔

تشریح:

زیرِ تشریح اقتباس میں مصنف طلبا کی دوسری قسم کی چند خصوصیات کو طنزیہ اور مزاحیہ انداز میں پیش کرتے ہیں۔ دوسری قسم کے طلبا کا نام مصنف نے جلالی طلبہ رکھا ہے۔ جلال کا ویسے تو مطلب عظمت، شان و شوکت اور بڑائی ہے۔ لیکن طلبہ کو جلالی طلبہ اس لیے کہا ہے کہ ان کا تعلق امیر کبیر گھرانے سے ہوتا ہے۔ یہ ہر وقت ناز نخروں میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ کیوں کہ ان کے پاس بے پناہ دولت ہوتی ہے۔ اسی دولت کو وہ اپنے دوستوں پر لٹاتے ہیں۔ مصنف نے اسی وجہ سے ان طلبہ کا شجرہ نسب بادشاہ اکبر سے ملایا ہے۔ وہ اپنے روپے سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مغل بادشاہ اکبر کی طرح ان کے پاس بھی ہندوستان کی مملکت ہے۔ یہ طلبا اپنے دوستوں کے ساتھ ایسے باہر گھومنے پھرنے نکلتے ہیں۔ جیسے بادشاہ وقت اپنے ساتھیوں کے ساتھ شام کی سیر کو نکلتے تھے۔

ایسے طلبا اپنے تمام دوستوں پر اپنی دولت بے دریغ لٹاتے ہیں کہ دوسرا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور ان کے پاس دولت وافر مقدار میں ہوتی ہے۔ ان طلبا کی دولت دوسرے دوستوں پر لٹانے سے کم نہیں ہوتی بلکہ بڑھتی ہے۔ ایسے جلالی طلبا کو اپنی دولت پر ناز ہوتا ہے اور وہ اسے فضول کاموں میں خرچ کر کے خوشی محسوس کرتے ہیں۔ کالج کی کینٹین اور ہوسٹل کے کھانے انھیں پسند نہیں آتے کہ یہ ستے

کھانے ہوتے ہیں۔ وہ کالج اور ہوسٹل کی کینٹین پر کھانا کھانے کی بجائے مہنگے مہنگے ہوٹلوں میں جا کر کھانا کھانے کو ترجیح دیتے ہیں اور خوب اپنے پیسوں سے عیش کرتے ہیں۔ ایسے طلبا بڑے ٹھاٹھ باٹھ سے رہتے ہیں اور دوسروں پر اپنا رعب داب قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

عبارت نمبر 13:

تیسری قسم خیالی طلبہ کی ہے۔ یہ اکثر روپ، اخلاق اور آواگون اور جمہوریت پر باآواز بلند تبادلہ خیالات کرتے پائے جاتے ہیں اور آفرینش اور نفسیات کے متعلق نئے نئے نظریے پیش کرتے رہتے ہیں۔ صحت جسمانی کو ارتقائے انسانی کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ اس لیے علی الصباح پانچ چھے ڈنٹر پیلتے ہیں اور شام کو ہوسٹل کی چھت پر گہرے سانس لیتے ہیں۔ گاتے ضرور ہیں لیکن اکثر بے سرے ہوتے ہیں۔

سیاق و سباق:

زیر تشریح اقتباس سے پہلے مصنف نے لاہور کے مسائل کو طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ مصنف بتاتے ہیں کہ لاہور کے مسائل میں روز بروز اضافہ اور وسائل میں کمی واقع ہو رہی ہے۔ لیکن ان مسائل کے حل کے لیے کوئی اقدامات نہیں کیے جا رہے۔ اس لیے اہل لاہور انھی مسائل میں زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ لاہور کی اہم صنعت رسالہ سازی اور اہم حرفت انجمن سازی ہے۔ لاہور کی سب سے اہم پیداوار یہاں کے طلبہ ہیں۔

زیر تشریح اقتباس کے بعد مصنف نے طلبہ کی چوتھی قسم کو طنز کا نشانہ بنایا ہے اور آخر میں کہا ہے کہ لاہور کے رہنے والے خوش طبع ہیں۔

تشریح:

زیر تشریح عبارت میں مصنف نے طلبا کی تیسری قسم پر طنز کیا ہے۔ مصنف کہتے ہیں کہ طلبا کی ایک تیسری قسم بھی ہے جس کا نام خیالی طلبہ ہے۔ ان کو خیالی طلبہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ اکثر خیالات کی دنیا میں مگن رہتے ہیں۔ ایسے طلبا بحث و مباحثے میں اپنا وقت گزارتے ہیں اور جو موضوع ان طلبہ کے زیر بحث ہوتے ہیں وہ اخلاق، آواگون اور جمہوریت کے متعلق ہوتے ہیں۔ ان تمام موضوعات پر خیالی طلبہ باآواز بلند خیالات کا تبادلہ کرتے ہیں۔ ان تمام موضوعات میں حسن کا موضوع خاص اہمیت رکھتا ہے۔ جوانی میں نوجوانوں کے اخلاق کے معیار مختلف ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ ثواب اور گناہ کا تصور بھی رکھتے ہیں۔ خیالی طلبہ ان تمام موضوعات پر بحث کرنا لازمی خیال کرتے ہیں۔

جمہوریت عوام اور عوام کی مرضی کی حکومت کو کہتے ہیں۔ خیالی طلبا جمہوریت پر بھی اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ بھی ان کا پسندیدہ موضوع ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کائنات کی ابتدا اور انسان کی نفسیات کے متعلق بھی نئے نئے نظریے پیش کرتے ہیں۔ ان طالب علموں کے لیے جسمانی صحت اور اس کا ارتقا بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ صحت کو پانے اور برقرار رکھنے کے لیے خیالی طالب علم بہت محنت کرتے ہیں۔ مثلاً صبح پانچ چھے ڈنٹر پیلتے ہیں اور اس کے علاوہ شام کو ہوسٹل کی چھت پر گہرے سانس لیتے ہیں، تا کہ ان کی صحت اچھی ہو سکے۔ ایسے طلبا کو گانے کا شوق بھی ہوتا ہے۔ گانا بھی ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ ان کا خیال ہوتا ہے کہ وہ اچھا گاتے ہیں حالاں کہ وہ بے سرے ہوتے ہیں۔ نہ تو ان کی آواز اچھی ہوتی ہے نہ ہی انھیں سر تال کا پتہ ہوتا ہے۔ اس اقتباس میں مصنف نے خیالی طلبہ کے بحث و مباحثے، صحت کے بارے میں فکر اور گانے پر طنز، بڑے مزاحیہ انداز میں کیا ہے۔

عبارت نمبر 14: (ڈی جی خاں بورڈ 2006ء)

چوتھی قسم خالی طلبہ کی ہے۔ یہ طلبہ کی خالص ترین قسم ہے۔ ان کا دامن کسی قسم کی آلائش سے تر ہونے نہیں پاتا۔ کتابیں امتحانات، مطالعہ اور اسی قسم کے خرخشے کبھی ان کی زندگی میں خلل انداز نہیں ہوتے۔ جس معصومیت کو لے کر وہ کالج میں پہنچے تھے، اسے آخر تک ملوث نہیں ہونے دیتے اور تعلیم اور نصاب اور درس کے ہنگاموں میں اس طرح زندگی بسر کرتے ہیں جس طرح بتیس دانتوں میں زبان رہتی ہے۔

سیاق وسباق:

زیر تشریح اقتباس سے پہلے مصنف نے لاہور کے جغرافیے کو بڑے مزاحیہ انداز میں پیش کیا ہے۔ انھوں نے میونسپلٹی کے ناقص انتظامات کو طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ بزرگوں کے قول کے مطابق لاہور، لاہور ہی ہے۔ اس کی آبادی میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور کچھ دن میں لاہور ایک صوبے کی صورت اختیار کر لے گا۔ روز بروز اس کے مسائل میں اضافہ اور وسائل میں کمی واقع ہو رہی ہے۔ جس کا حل کسی طور بھی نظر نہیں آتا اور لاہور کی اہم پیداوار یہاں کے طلبہ ہیں۔

زیر تشریح اقتباس کے بعد مصنف کہتے ہیں کہ لاہور کے رہنے والے خوش طبع ہیں۔

تشریح:

تشریح طلب عبارت میں پطرس بخاری نے طالب علموں کی چوتھی قسم بتائی ہے اور اس قسم کا نام خالی طلبہ ہے۔ یہ طلبہ کی خالص ترین قسم ہے۔ ان کے نام سے جیسے ظاہر ہوتا ہے ویسے ہی ان کے دماغ خالی ہوتے ہیں۔ انھیں کسی چیز سے کوئی دل چسپی نہیں ہوتی۔ کوئی مصیبت ان کو مصیبت نہیں لگتی۔ یہ کالج میں داخلہ لیتے ہیں لیکن کتابوں، مطالعہ اور ایسی چیزوں سے کوسوں دور اور صاف رہتے ہیں۔ پورا سال کالج جاتے ہیں، لیکن بے نیازی سے کالج میں وقت گزار کر واپس آ جاتے ہیں۔ کالج کی کسی قسم کی سرگرمی ان پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ یہ کالج میں ایک خیال کے تحت داخل ہوتے ہیں۔ وہ خیال یہ ہے کہ کالج میں آ کر زندگی سے لطف اندوز ہونا ہے نہ کہ تعلیم کی باریکیوں میں الجھنا۔ اور وہ اپنے اس خیال پر قائم رہتے ہیں، اسی لیے یہ ہر طرح کے حالات میں سکون سے رہتے ہیں۔ جس طرح خالی ذہن آتے ہیں ویسے ہی رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ کتابوں اور اساتذہ کے اسباق پر کوئی توجہ نہیں دیتے۔ کتابیں پڑھتے نہیں اور نصاب جاننے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

چناں چہ ایسے طالب علموں کی زندگی علم اور تعلیم سے خالی ہوتی ہے۔ اسی لیے پطرس نے ایسے طالب علم کو خالص ترین قسم کہا ہے۔ کہ یہ اپنے رویوں اور افعال میں کسی قسم کی ملاوٹ نہیں کرتے۔ یہ گھر سے جس معصومیت اور پاکیزگی کے ساتھ آتے ہیں، اسی طرح واپس جاتے ہیں۔ یہاں پطرس کا مطلب ہے کہ ایسے طالب علم جیسے کالج میں آتے ہیں ویسے ہی کورے رہتے ہیں۔ اور کالج میں زندگی ایسے گزارتے ہیں جیسے بتیس دانتوں میں زبان رہتی ہے، بولتی ہے، حرکت کرتی ہے مگر دانت ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

ؔ کام سے کام ان کو، گو ہو عالم نکتہ چین   رہتے ہیں بتیس دانتوں میں زبان کی طرح

ایسے ہی یہ طالب علم، کالج میں بالکل خالی اور کورے رہتے ہیں اور کتابیں، تعلیم، تعلیمی سرگرمیاں ان طالب علموں کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتیں۔